عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

پروفیسر رقیہ زین الدین
شعبۂ تعلیم، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

خیال ہی کائنات کی اصل ہے۔ یہ تمام عالم تخلیق سے پہلے اللہ کے علم میں تھا۔ دیگر الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے خیال کیا عالم کی تخلیق کا اور کن پر فیصلے آن کی آن میں تمام ہوئے۔

سارے انسان تمثیل ظروف ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی استعداد رکھتا ہے، کم یا زیادہ ۔ ہر برتن کا اپنا الگ الگ ایک رنگ ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں کہ تمام اشیاء اللہ کے کسی نہ کسی نام کا مظہر ہیں۔ ایک انسان میں اللہ کا جو نام ظہور پذیر ہوا وہ اللہ کی تجلی ہے۔ تجلی نور ہے، استعداد اس تجلی کی مطابقت سے ہے۔ جس صفت یا جن صفتوں کی تجلی اس پر عالم ارواح پر ہوئی وہی اس کی عین ہے یعنی اصل۔ ابن العربی کے یہاں عیان ثابتہ کے نام سے ہے۔ عیان عین کی جمع ہے جس کے ایک لغوی معنی آنکھ کے ہیں اور دوسرے لغوی معنی چشمہ کے ہیں یعنی چشمۂ حیات۔ صوفیا وجود کے مراتب سمجھانے کے لئے جن تنازل ستہ کا سہارا لیتے ہیں وہی ایک انسان کی روحانی ارتقاء میں عروج یا معارج ہیں۔ یعنی بحکم الٰہی احدیت سے وحدت ، واحدیت ، عالم ارواح ، عالم مثال اور عالم اجسام وغیرہ تنزیلات ہوئے۔ عالم اجسام میں ایک صوفی روحانی ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا عروج کی طرف جاتا ہے۔ یعنی عالم اجسام سے عالم امثال ، عالم ارواح ، واحدیت اور وحدت کی طرف جاتا ہے۔ سالک کی راہیں کٹھن ہیں، دشوار گھاٹیوں سے گذرنا ہے، ہر مقام پر فنا ہے، ہر مقام کی توبہ ہے، ہر فنا کے بعد بقا ہے۔ لہٰذا مخدوم شرف الدین یحیٰی منیریؒ اپنی کتاب مکتوبات صدی میں لکھتے ہیں کہ سالک ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتا ہے تو تائب ہوتا ہے اور ہر گذرنے والے مقام پر توبہ کرتا ہے۔ لہٰذا انسان کی ابتدا بھی توبہ ہے اور انتہا بھی توبہ۔

وحدت الوجود کی منزل اونچی ہے اس مرتبہ کو پہنچنے والے ولایت کبریٰ سے سرفراز ہوتے ہیں۔ وحدت الوجود کے معنی ہیں کہ ایک صوفی جب اخلاص اور اللہ کی مدد سے مقصود اللہ پر عمل کرتا ہے تو وہ اللہ کی مدد سے لاموجود الا اللہ کی منزل تک پہنچتا ہے۔ یعنی وجود صرف اللہ کا ہے۔" کل من

علیها فان ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام''(سورہ رحمٰن: پ ۲۷، آیت ۲۶) ہر شئے کو فنا ہے سوائے اس کے چہرے کے ۔ چہرہ لفظ علامتی ہے اللہ کا کوئی چہرہ نہیں۔ چہرہ چونکہ شناخت کا ذریعہ ہے اس لئے چہرہ معنی کے اعتبار سے ہے یعنی اللہ کی شناخت یامعرفت ۔ رب انسان کے تعلق سے ہے۔ وہ انسان اپنے رب کو دیکھتا ہے، سمجھتا ہے اور پہچانتا ہے۔رب اور مربوب ایک تعلق ہے، ایک رشتہ ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں مربوب یعنی بندۂ خاص رب سے متعارف ہوتا ہے جس رب کی تجلی کا وہ مظہر ہے یعنی وہ اپنے عین سے واقف ہوتا ہے ۔ اس اصل سے جس کے وجود نے اسے عدم سے وجود میں لایا، ورنہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔قرآن کی آیت شریفہ کا مفہوم ہے کہ انسان پر ایک وقت ایسا بھی تھا جب وہ کچھ نہ تھا۔ ایک انسان کا اصل یا اس کا عین اللہ کے کسی نام کا مظہر ہے۔ وہ اپنے سر (بھید) کو جان لیتا ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ اپنی کسی صفت کا اظہار کررہا ہے اس لئے میدان جنگ میں جب حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پریشان ہوکر دشمن پر مٹھی بھر خاک پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ خاک آپ نے نہیں میں نے ڈالی تھی۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے رب سے واقفیت یا معرفت اپنی اصل کے مطابق پاتا ہے جس نوع کی تجلی (مختصر اجمالی یا جلالی) اس پر عالم ارواح میں ہوئی تھی ، لہٰذا ہم اسی کی طرف سے آتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

آگے دیکھئے رب کیسا ؟ وہ رب جلال والا ہے، رعب ودبدہ والا ہے اور اکرام والا ہے۔ (ربک ذوالجلال و الاکرام) صوفی جب اس درجہ کو پہنچتا ہے تو اللہ کے اکرام سے مالامال ہوتا ہے، وہ اسے اپنے جلال کا لباس پہناتا ہے ۔ غالبًا یہی وہ مقام ہے جہاں بایزید بسطامیؒ پہنچ کر فانی ہوکر اپنے رب کو دیکھ رہے تھے اپنی ہستی بھول گئے تھے اور یہ شطحیات ان کی زبان پر جاری ہوگئے سبحان ما اعظم شانی (میری شان کتنی بلند ہے) کہتے ہیں ان کے مریدوں نے جب ہوش میں آنے کے بعد انہیں یاددلایا کہ آپ تو یہ کہہ رہے تھے۔ کہنے لگے اب کہوں تو مجھے چھری سے ماردینا۔ پھرایک دفعہ اسی عالم جذب میں تھے اور کہہ رہے تھے میری شان کتنی بلند ہے۔ مریدوں نے جب چھری ان پر چلائی تو انہیں محسوس ہوا کہ ہرطرف پانی ہے اور ہرطرف بایزید بسطامی کا عکس ہے اور چھری صرف پانی پر چل رہی ہے۔

غالبًا کچھ اسی قسم کی جلالی تجلّی میں منصور علیہ الرحمہ نے بھی ''انا الحق'' کا دعویٰ کیا تھا۔

اگر تجلی جمال الٰہی کی ہے تو بندہ حسن وجمال حقیقی میں کھوجاتا ہے۔ ایک مشاہدۂ جمال الٰہی کی گھڑی میں حضور پاکؐ نے کہا تھا کہ وہ سب کے سب بخش دیئے گئے جنہوں نے لاالہ الا اللہ کہا۔ حضورؐ باغ میں مراقب تھے سامنے سے ایک شخص گذرا جسے بلا کر انہوں نے یہ فرمایا: اس شخص نے تعجب سے کہا۔ یا رسول اللہ میری بات پر کون یقین کرے گا۔ حضورؐ نے ثبوت کے طور پر اپنی نعلین مبارک اسے دے دی۔ وہ شخص خوشی خوشی چلا جار ہا تھا کہ سب کو مغفرت کی خبر دوں گا۔ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ ملے انہوں نے دریافت کیا کہ نعلین کہاں لئے جارہے ہو؟ اس نے پوری بات بتائی، سن کر حضرت عمرؓ نے اس سے نعلین لے لی اور ڈانٹ دیا۔

ہستی اور وجد پر غوروفکر کرنے والے شعراء بھی ہیں، ماہرین نفسیات بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ہر وہ شخص جو عقل رکھتا ہے، سوچتا ہے کہ میں کیا ہوں، یہ کائنات کیا ہے، انجام کیا ہے وغیرہ وغیرہ؟ غالب پر اسی سوچ میں آمد ہوئی کہ ”ہستی کے فریب میں مت جائیواسد۔ ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے۔“

یونگ (Jung) جو ایک ماہر نفسیات ہیں، وہ بھی ابن عربی سے متاثر نظر آتے ہیں۔ عام انسانوں کی نفسیات اور وہ لوگ جو ذہنی مریض ہیں ان کی نفسیات کو سمجھنے کے بعد وہ بھی عیان ثابتہ کے قائل ہیں جسے انگریزی میں آرکی ٹائپ (Archetype) کہتے ہیں۔ یونگ نے شخصیت کی ارتقا میں روحانی ترقی کو ضروری مانا ہے۔

فرائڈ (Freud) اور یونگ (Jung) دونوں نے ہمارے ذہن (دماغ) کے تین حصے بتائے ہیں، شعور، تحت الشعور اور لا شعور۔ Conscious, Subconscious and unconcious ان کے مطابق ہمارے دماغ کا تقریباً دو تہائی حصہ لاشعور ہے جن تک ہمارے شعور کی رسائی نہیں ہے۔ مگر ایک انسان کی تخلیق یا اس کے خوابوں کے ذریعہ اس کے لاشعور تک کسی حد تک پہنچ سکتے ہیں۔ یونگ کے مطابق لاشعور کا کچھ حصہ روز آفرینش سے ہے۔ ان کے مطابق آدم کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک کے حالات، دیگر انسانوں کے تجربات وحادثات اس کے لاشعور کے کسی گوشے میں محفوظ ہیں۔ لاشعور کے اس حصے کو یونگ نے نسلی لاشعور Racial uncoscious کہا ہے یعنی انسانی نسل کی ساری داستان (روز آفرینش سے لے کر موجودہ وقت تک کی) ایک انسان کے لاشعور میں ثبت ہے مگر ان واقعات کا اسے شعوری طور پر علم نہیں ہے۔

یونگ کے مطابق خوابوں، آرٹ او رمصوری کی کئی علامتیں (Symbols) بہت ہی قدیم

زمانے سے ہر تہذیب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔ بلاتفریق وقت (historcal time) اور محل (Space)۔ ان تخلیقات یا خوابوں کی ہیئتیں (forms) کچھ الگ ہوسکتی ہیں مگر معنی کے اعتبار سے ان سب میں یکسانیت ہے۔ لاشعور سے نکلنے والی ان علامتی ہیئتوں (forms) کو انہوں نے آر کی ٹائپل خیال (Archetypal Image) کہا۔ کئی آر کی ٹائپس (Archetypes) کے انہوں نے نام بھی دئے مثلاً

" آر کی ٹائپل ماں" (Archetypal mother) "ضعیف دانا یا حکیم' Old wise man) "خدا کی آنکھ" (God's Eye) یونگ نے یوں تو کئی آر کی ٹائپس کے نام دئے ہیں اگر ان تینوں پر اکتفا کیا جائے تو یہ تینوں اللہ کے اسماء 'حنان' اور 'حکیم' اور صفت بصری کے مظاہر ہیں۔

سنریهم ایتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبیین لهم انه الحق (سورہ شوریٰ آیت ۵۴)

ترجمہ: ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیوں دکھا دیں گے آفاق میں بھی اور خود ان کی جانوں (انفس) میں بھی حتی کہ انہیں حق کا یقین ہو جائے۔

یونگ نے کہا کہ عمر کے درمیانی حصے کے بعد بھی اگر ایک انسان روحانیت کی جستجو نہیں کرتا ہے اور اس سے غافل رہتا ہے تو لاشعور خوابوں کے ذریعہ یا کسی اور علامتی کاموں کے ذریعہ اسے باخبر کرنے کو کوشش کرتا ہے تاکہ ان کی شخصیت کی تکمیل ہوسکے۔ یعنی یہ علامتیں اسکے لاشعور کی پکار ہیں۔

صوفیاء کرام تفکر کی راہ کے مسافر ہیں ہستی اور وجود کے مسائل کا حل مشاہدات کے ذریعہ انہیں حاصل ہوتا ہے۔ ابن العربی کے علاوہ مولانا روم بھی وحدت الوجود کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ وحدت الوجود خالص توحید ہے۔ ابن العربی کے کلام میں چونکہ فلسفے کا زور ہے، عام انسان گھبرا جاتا ہے۔ اور کئی افراد نے تو وحدت الوجود کو اسلام اور توحید کے خلاف سمجھا۔ پروفیسر لطیف اللہ نے اپنی کتاب تصوف اور سریت میں لکھا ہے کہ ابن العربی کے وحدت الوجود میں یہ کہیں نہیں ہے کہ دنیا اور اللہ میں اتحاد ہے یا اللہ کا حلول ہے۔ وہ رقم طراز ہیں کہ "شیخ فتوحات مکیہ کے باب پانسو ستاون (۵۵۷) میں فرماتے ہیں کہ عالم حق تعالیٰ کا عین نہیں ہے حق تعالیٰ اور عالم متحد نہیں۔ عینیت اور اتحاد ابن العربی کے کلام میں ہے تو بمعنی اصطلاح جس کا حاصل تابعیت خلق للحق فی الوجود ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ فرق یہ ہے کہ ہم اپنے وجود میں اس کے محتاج ہیں اور ہمارا وجود اس پر موقوف ہے۔

بوجہ اس کے کہ ہم ممکن ہیں اور وہ اس چیز سے غنی ہے، جس میں ہم محتاج ہیں۔'' (صفحہ ۲۵)

اللہ احدیت میں احد (اکیلا) ہے صمد (بے نیاز) ہے نہ اس کو کسی نے جنم دیا اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ وہ ان چیزوں سے پاک ہے اپنی ذات میں وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ذات دائرہ احدیت میں لاتعین ہے۔

تنزیل کے پہلے درجے پر وحدت آئی، جس میں نور محمدی یا حقیقت محمدی کی تخلیق ہوئی۔ یہ نور محمدی تمام عالم کا تخم تھا۔ وحدت اللہ کے پہلے تعینات میں سے ہے اور واسطہ تخلیق ہے یہ نور محمدی اللہ جو احد ہے۔ (جس تک رسائی ناممکن ہے) اور عالم (مظاہر کونیہ) کے بیچ کی کڑی ہے۔ یہاں اللہ کی ذات اپنی ساری تخلیق کو ایک اکائی یا ایک جامع حیثیت سے دیکھتی ہے۔ یہاں وہ خود ہی شاہد ہے خود ہی مشہود اور خود ہی شہود۔ دوسری تنزیل واحدیت ہے جہاں اسماء وصفات منقسم ہوتے ہیں اور تمام اشیاء کے ناموں کا تفریق کے ساتھ تعین ہوتا ہے، اس کی مثال ہم ایک ذرہ (atom) سے دے سکتے ہیں جس کا ایک مرکز ہوتا ہے جسے نیوکلیس (Nucleus) کہتے ہیں۔الیکٹرونس (Electrons) اس کے باہری سطح پر گردش کرتے ہیں ۔ مرتبۂ وحدت ویسے ہی ہے کہ ہم نور محمدی کو مرکز (Nucleus) سمجھ لیں اور اس کے باہر گھومنے والے اجزاء بمثل عالم جبروت یا عالم واحدیت کے ہیں۔ مراتب احدیت، وحدت اور واحدیت غیر آنی اور غیر زمانی ہیں۔

ایک سالک جب توفیق الٰہی سے اپنے عین کو سمجھ لیتا ہے اپنے ،واجب الوجود سے متعارف ہوتا ہے، جو واحدیت سے متعلق سمجھی جاسکتی ہے، تو وہ کائنات کی دوئی (Duality) مثلاً رات دن خیروشر سے اوپر چلا جاتا ہے یعنی اس دوئی میں بھی وہ ایک اتحاد دیکھتا ہے ۔اس کے مشاہدات بلا قید وتفریق زمان ومکان کے ہوسکتے ہیں ۔ زمان ومکان محض اضافی (Relative) ہیں یہ ہمیں صوفیا مثلاً مولانا رومؒ ، ابن العربی اور سائنس داں دونوں ہی بتلاتے ہیں۔ نظریۂ اضافی (Theoty of Relativity) سائنس داں آئن سٹائن کی دین ہے جس کے مطابق زمان ومکان صرف ہماری نسبت سے ہیں ورنہ ان کی اصل کچھ نہیں ہے۔ آئن سٹائن سے پہلے حضرت ابن العربی اور حضرت مولانا روم نے یہ بات کہی تھی۔ وہ سائنس داں نہ تھے صرف مشاہدۂ عرفانی نے انہیں اس حقیقت سے روشناس کرایا تھا۔

وحدت اور واحدیت کے مراتب ہی ممکنات کے حقائق ہیں۔ انہیں امکانات کو ابن العربی

عیان ثابتہ کہتے ہیں۔عیانِ ثابتۃ اللہ کے علم کا تعین اور ثبوت ہیں مگر ممکنات میں سے ہیں، ان کا خارجی وجودنہیں صرف علمی ثبوت ہے۔حکم الٰہی سے یہ امکانات (ممکن الوجود) واجب الوجود بن جاتے ہیں۔

حضرت ابن العربی نے کائنات کو اللہ کا ظل یا سایہ بتایا ہے۔اس سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عالم اور اللہ ایک نہیں ہے نقش نقش بناتا ہے اس کا نقش اس کی شخصیت کی نشاندہی تو کرسکتا ہے مگر وہ نقش نقاش نہیں کہلاسکتا۔اسی طرح ایک اور مثال درخت کی دی جاسکتی ہے کہ درخت کے سائے کا اپنا کوئی وجودنہیں ہوتا بلکہ سورج کی سمت پر منحصر کرتا ہے۔سمت بدلنے سے سائے میں تبدیلی بھی ہوسکتی ہے ، سایہ ختم بھی ہوسکتا ہے مگر پیڑ موجود رہتا ہے لہٰذا پیڑ اور اس کا سایہ ایک نہیں۔سورج جو سائے کا محرک ہے اسے بمثل عیان ثابتہ سمجھ لیں۔سائے کے وجود کو سمجھنے کے لئے ہمیں سورج کو جاننا ہوگا اسی طرح کائنات کو سمجھنے کے لئے عیان ثابتہ ہوئے۔

ہر شخص کا عین ا سکا واجب الوجود کی منزل ہے وہ اس سے بالا ہے ۔ وحدت الوجود پر رسائی کے معنی ہوئے حقیقت محمدی یا حقیقت جبرئیلہ تک رسائی اور اس کا مشاہدہ ۔اس مشاہدے میں عالم امر کی معرفت سالک کو حاصل ہوتی ہے چونکہ عالم امر میں وحی کا ایک خاص مقام ہے اس لئے اسے حقیقت جبرئیلہ بھی کہا گیا ہے ۔ وحدت الوجود تک پہنچنے والا نور وحدت میں گم ہوجاتا ہے اس مقام تک پہنچنے والا سالک ذات الٰہی کے تمام عیان اسماء کے تمام صفات سے باخبر ہوتا ہے، اسے عالم کے احکام جاریہ کی اطلاع کماحقہ ہوتی ہے۔شیخ اکبر نے اپنے بارے میں کہا ہے کہ وہ اس مقام پر فائز تھے اور عالم کے احوال سے باخبر تھے کشف اللہ عن وبصر فی الکل (اللہ نے میری آنکھ کھول دی اور مجھے سب چیزیں دکھادی گئیں۔)

لہٰذا وحدت الوجود کے معنی ہوئے کہ وجودصرف اللہ کا ہے باقی سب کوفنا ہے۔صوفی کے مشاہدۂ عرفانی میں جب یہ حقیقت آتی ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے لاموجود الا اللہ ۔

اگر وحدت الوجود سے مراد تنزلات ستہ کے وحدت کی تنزیل لی جائے تو یہ نور محمدی یا حقیقت محمدی ہے جو بعد از تخلیق کائنات یعنی دائرہ وحدانیت اور اس کے بعد کے مراتب پر فیض رساں ہے۔آدمؑ سے لے کر عیسیٰ تک سارے نبی نور محمدی کے فیض سے ہی نوازے گئے ۔ عالم اجسام میں حضور پاکؐ تمام انسانوں سے بلند وبالا ہیں۔آدمؑ کو اللہ نے اپنی صورت پر بنایا(حدیث قدسی) فرشتوں میں صرف جمال ہے، جنات میں آگ ، انسان جمال اور جلال دونوں کی آمیزش سے

بنا۔ جمال اور جلال دونوں جب ملتے ہیں تو کمال پیدا ہوتا ہے ۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفات پر ۔حضورؐ پاک انسان کامل ہیں اللہ کی جمیع صفتوں کا سب سے اکمل مظہر ہیں۔ عبدالکریم جیلی اپنی کتاب انسان کامل میں رقم طراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ہرصورت میں متصور ہوں۔ آپ کا یہ دستور جاری ہے کہ ہمیشہ ہر زمانے میں اس زمانے کے اکمل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ ان کی شان بلند ہو۔ زمانے کا اس کی طرف میلان اور درست اور قائم ہو۔حضورؐ عالم جسم میں آخری نبی تھے عالم اجسام چوں کہ ایک تخلیق ہے اسے عام طور پرفنا ہے۔ لہٰذا حضورؐ اس ساری دنیا سے تو پردہ کر گئے لیکن حقیقت محمدی چوں کہ وہ اللہ کی ذات سے نسبت رکھتی ہے باقی ہے یہی حقیقت محمدی ہر زمانہ کے انسان کامل کے اندر ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جس پر کائنات کی بقا کا دارومدار ہے(قیامت کے وقت یہ ولایت کبریٰ بھی اٹھالی جائے گی۔) محمدؐ اللہ کی جامع صفتوں کا اکمل مظہر ہیں۔ اور بواسطہٗ حقیقت محمدی ہر دور کا انسان کامل بھی ان صفات کا مظہر ہے۔ کائنات میں مرکزی کردار انسان کامل کا ہے۔ اللہ کے ارادہ کے اعتبار سے انسان اول ہے اور ایجاد کے اعتبار سے آخر اگر انسان کے جسم کو دیکھیں تو ظاہر ہے اور اگر اس کی اصل پر نگاہ کی جائے تو باطن اللہ کی نسبت سے انسان عبد (بندہ) ہے اور کائنات کی نسبت سے وہ کائنات کا رب ہے انسان کے اندرمخفی خزانے مکمل طور پر انسان کامل میں اجاگر ہوتے ہیں۔

ابن العربی کہتے ہیں کہ کائنات میں اللہ کے ناموں کی ہر آن ایک نئی تجلی ہورہی ہے ۔ کل یوم ھو فی شأن۔سورہ رحمٰن) ہر آن اس کی ایک نرالی شان ہے۔ ہر سانس ایک نئی تحقیق ہے۔ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون (اقبال)

حوالے:

۱۔انسان کامل،عبدالکریم جیلی ترجمہ فضل میران وقارعلی، تھانوی پریس ،دیوبند، ۱۹۸۳ء

۲۔تصوف: سید وحیداشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی، دائرۃ المعارف، ویلور، تاملناڈو

۳۔تصوف اور سریت : لطیف اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

۴۔لطائف اشرفی: حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانیؒ اردوترجمہ مولانا محمودعبدالستار، امیڈکرنگر، نشاط آفسیٹ پریس، ٹانڈہ، یوپی، ۲۰۰۴ء

۵۔محی الدین ابن عربی حیات وآثار : ترجمہ احمد جاوید سہیل، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۹ء

۶۔مکتوبات صدی: شیخ شرف الدین منیری، اردوترجمہ حضرت شاہ نجم الدین فردوسیؒ ،حضرت شاہ الیاس بہاری،فردوسی مکتبہ بیت الشرف خانقاہ معظم ، بہارشریف، نالندہ، اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۹ء

۷۔سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری (۶) ''مکتوبات صدی'' ترجمہ حضرت شاہ نجم الدین احمد فردوسی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شاہ الیاس بہاری فردوسی، مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم ، بہارشریف ، نالندہ۔

8. Corbin Henry (1969)Creative Imagination in the Sufism of Arabi",Princetion University Press.

9. Ibn Al Arabi: The Meccan Revelation, edited by Micheal Chodkiewicz, Translated by William C. Chittick and James W. Marris, Volumes I and II, New York Pir Press (2002)

10. Psychological Reflections- An Anthology of the writings of C.G. Jung,selected and edited by Jolande Jacobi Routldtge & Kegan Paul Ltd., Londons 1949

☆